۳

دل کی بات

سندھ کے رافضی وزیر اعلیٰ جام صادق نے "قارورۂ عجم" کے خمار میں بدمست ہو کر کہا ہے کہ "تھوڑی سی پیتا ہوں خدا کے سوا کسی کے سامنے جوابدہ نہیں" اپنے اس شرمناک بیاشن کو انہوں نے اظہار حقیقت سے تعبیر کیا ہے۔ قوم کتنی ہی بے عمل کیوں نہ ہو جائے مگر ابھی کچھ اقدار کا لحاظ باقی ہے ایسے اعمال سیہ کو کبھی مستحسن نہیں سمجھا گیا۔ بلاشبہ اس جذبہ خیر کی بقاء میں دین پسند حلقوں کی شبانہ روز اور مسلسل محنت کو بڑا دخل ہے۔ جام صادق کے اس بیان پر ملک بھر میں شدید رد عمل کا اظہار ہوا ہے مگر ارباب حکومت کو سانپ سونگھ گیا ہے انہوں نے ایسی چپ سادھی گویا قبروں سے شرط باندھ رکھی ہے۔ "جام کاذب" نے کوئی نئی بات نہیں کی انہوں نے تو اپنے پیرو مرشد ذوالفقار علی بھٹو کا ہی قول دہرایا ہے۔ لیکن اس بیان پر آئی جے آئی کے مسلم لیگی حکمرانوں کے سر شرم سے ضرور جھکنے چاہئیں۔ کہ نفاذ اسلام کا دعوی کرنے والی حکومت کے ایک وزیر اعلیٰ نے عالم اسلام اور دنیا کے دیگر ممالک میں نہ صرف پاکستان کا وقار مجروح کیا ہے بلکہ دین اسلام کا کھلم کھلا مذاق اڑایا ہے۔ ہر منصب کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، "جام" صوبہ کے وزیر اعلیٰ ہیں، وہ ٹیکسی ڈرائیور نہیں۔ اس حیثیت سے وہ قوم کے سامنے اپنے اعمال کے جوابدہ بھی ہیں، حکومت اس معاملہ کو غیر معمولی سمجھ کر فوری نوٹس لے، ایسے بااختیار لوگوں کی بدزبانیوں سے معاشرے کے لُچوں اور شُہدوں کو زبان ملتی ہے اور ان کے حوصلے بڑھتے ہیں۔ ایک بدزبان کے منہ میں لگام دے دی جائے تو اس کے حاشیہ نشینوں کے قدم بھی رک جاتے ہیں۔ پاک سرزمین کا ہی حوصلہ ہے جو سکندر مرزا، بھٹو اور یحییٰ جیسے شرابیوں کا بوجھ اٹھا چکی ہے

دسمبر ۹۱ء کے آخری عشرہ میں خانۂ فرہنگ ایران لاہور کے ڈائریکٹر جنرل صادق گنجی قتل کر دیئے گئے۔ چونکہ مقدمہ عدالت میں زیر سماعت ہے اسلئے اس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ قاتل کون ہیں؟ لیکن اس کے محرکات و اسباب اور اس واقعہ کے بعد پیدا ہونے والی صورت حال پر ارباب قضاء و قدر کو متوجہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اخبارات کے ذریعہ منظر عام پر آنے والی باتوں سے صرف نظر ممکن نہیں اس سے قبل پاکستان میں جتنے سیاسی قتل ہوئے نہ تو آج تک کسی کے قاتل پکڑے گئے اور نہ سازشیں منظر عام پر آئیں۔ یہاں لیاقت علی خان سے، ضیاء الحق تک اور مولانا شمس الدین سے مولانا حق نواز جھنگوی تک سب کے لاشے لاوارث قرار دیئے گئے۔ صادق گنجی پاکستان میں ایک ہمسایہ ملک کے سفارت کار تھے۔ کسی بھی ملک کا سفارتکار قابل احترام ہوتا ہے اور اس کی ذمہ داریوں کا ایک دائرہ کار ہوتا ہے وہ اپنے ملک کے مفاد کا تحفظ کرتا ہے اور میزبان ملک کے ضوابط کی پابندی کرتا ہے۔ لیکن صادق گنجی کے متعلق جو باتیں اخبارات کی وساطت سے سامنے آرہی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ پاکستان میں سنی شیعہ فسادات کے پیچھے سرگرم تھے۔ خانہ ہائے فرہنگ ایران پاکستان میں شیعہ مکتب فکر کو ایرانی انقلابی خطوط پر منظم کرنے کیلئے قائم کئے گئے۔ جس کے ذریعہ شیعہ لابی کی تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ ہر سطح پر ان کی ہمہ قسم کی امداد بھی کی گئی جو ہنوز جاری ہے۔ ان باتوں کی حقیقت حکومت سے بھی پوشیدہ نہیں۔ مگر یہ تو سب جانتے ہیں کہ ان کی سرگرمیاں سفارت کار کی حیثیت سے کم اور پاکستان میں ایک مخصوص گروہ کے سرپرست کی حیثیت سے زیادہ تھیں۔

بے گناہ قتل ہر معاشرے میں ناقابل معافی جرم ہے صادق گنجی کے قتل کی ہر مکتبہ فکر نے مذمت کی ہے۔ غفلت کی اصل ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ کہ اس نے غیر ملکی سفراء پر کوئی چیک کیوں نہیں رکھا۔ وہ جو کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اور جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔ ان کی سرگرمیوں سے کسی کے دینی حقوق پامال ہوں یا جذبات مجروح مگر انہیں روکنے والا کوئی نہیں۔ خاص طور پر ایران اور پاکستان کے تعلقات شروع سے ہی حساس نوعیت کے ہیں۔ اور اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت پاکستان ایران سے بہت زیادہ مرعوب اور خوفزدہ ہے۔ مثلاً "گنجی" کے قتل کے بعد ایرانی نائب وزیر خارجہ نے پاکستان میں بیٹھ کر اپنے بیان کے ذریعہ اس قتل کی ذمہ داری مؤمنین اہل سنت کی ایک تنظیم پر ڈال دی اور اس تنظیم پر پابندی کا مطالبہ بھی کیا۔ ان کا یہ الزام پاکستان کے اندرونی معاملات میں واضح مداخلت اور عدلیہ پر عدم اعتماد کا کھلا اظہار تھا مگر حکومت نے یہ سب کچھ خاموشی سے سن لیا۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ حکومت کو بہر حال اپنا رویہ بدلنا چاہیئے۔ غیر ملکی سفیروں کی نقل و حمل پر مکمل نگرانی ہونی چاہیئے۔ اور انہیں

اپنے دائرہ کار سے تجاوز کی ہرگز اجازت نہیں دینی چاہیئے۔ تاکہ وہ پاکستان میں آ کر اپنے سفارتی فرائض اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوں نہ کہ اپنے مخصوص نظریات کے مبلغ بن کر سواد اعظم کے مسلمہ دینی عقائد کی پامالی کا فریضہ بد ادا کریں۔ اسی صورت میں ہی وطن عزیز امن و آشتی کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ اور باہمی خیر سگالی کے جذبات جنم لے سکتے ہیں۔

ہمارے ملک کے سیاست دان بھی عجیب ہیں۔ اقتدار میں ہوں تو اپنی اوقات بھول جاتے ہیں۔ انہیں ہر چیز صحیح دکھائی دیتی ہے۔ محروم اقتدار ہوں تو سارا نظام الٹ نظر آتا ہے اور حصول اقتدار کی ہوس میں اندھے ہوں کر ملکی وقومی مفاد کو داؤ پر لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ گذشتہ چوالیس برس ان کے قول و عمل پر شاہد عدل ہیں۔ ان کا کوئی مذہب ہے نہ نظریہ۔ اقتدار اور جائز و ناجائز مفادات کا تحفظ ان کا مقصد حیات ہے۔ وزیر اعظم حاجی محمد نواز شریف انتخابات میں نفاذ اسلام اور شریعت بل پر ہی گفتگو پسند فرماتے تھے۔ اب نیا شریعت بل تیار کرانے میں مصروف ہیں۔ معلوم نہیں اسکا کیا حشر ہوگا۔ انہوں نے بھارتی صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بنیاد پرست نہیں ہوں، وزیر اعظم صاحب! ہم اپنی دینی اعتقادی اور تہذیبی نسبت کے اعتبار سے بنیاد پرست ہیں اور اس سے سرمو انحراف کو بے دینی سمجھتے ہیں۔ یورپ کے مشرکوں اور کافروں نے اسلام کی عالمگیر دعوت کے بڑھتے ہوئے اثرات سے خوفزدہ ہو کر "بنیاد پرستی" کی اصطلاح کو گالی کے طور پر استعمال کیا ہے۔ آپ یورپین معاشرے کے نمائندہ نہیں۔ مسلمانوں نے آپ کو مسلمان سمجھ کر اپنے ووٹوں سے اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان کیا ہے۔ آپ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ آپ شعوری طور پر پاکستان کے مسلم معاشرے کو یورپ کے کافرانہ معاشرے میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو یاد رکھیئے آپ کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ قطع نظر اس کے کہ پاکستان اسلام کیلئے بنا تھا۔ یا نہیں ہم اس بحث میں الجھے بغیر بلا خوف کہتے ہیں۔ کہ پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے اسلام ہمارا دین ہے۔ اس لحاظ سے ہم بنیاد پرست ہیں۔ اسلام کے علاوہ یہاں کسی نظام اور اس کے ایجنٹوں کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔

بے نظیر برسر اقتدار تھیں تو سارے ملک کی نمائندہ تھیں۔ اقتدار سے محروم ہوئیں تو صرف سندھ کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا کہ "صدر، وزیر اعظم، چیف آف آرمی سٹاف اور چیف جسٹس کوئی بھی سندھی نہیں"۔ جب وہ برسر اقتدار تھیں تو کسی پنجابی نے سندھ کے حوالے سے یہ تعصب نہیں پھیلایا۔ پاکستان کے چار وزیر اعظم سندھی رہے۔ یہ شرف صرف بھٹو خاندان کو حاصل ہے۔ جس نے حصول اقتدار کیلئے تعصبات کو ہوا دیکر مشرقی پاکستان قربان کیا۔ اب سندھ میں وہی صورت حال پیدا کی جارہی ہے۔ مسٹر جتوئی کے خیال میں گذشتہ انتخابات میں بزرگ سیاست دانوں کو سازش کے تحت ہرایا گیا ہے۔ جبکہ انتخابات جتوئی صاحب کی حکومت نے کرائے۔ اور وہ خود قوم سے اپنے آخری خطاب میں انتخابات کو منصفانہ قرار دیکر دھاندلی کے الزام کو مسترد کر چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر جتوئی "سی او پی" کے حوالے سے دوبارہ وزیر اعظم بننے کے خواہش مند تھے۔ انہوں نے زبردست مہم بھی چلائی سفارتیں بھی کارگر نہ ہوئیں۔ اور وہ "جی ایچ کیو" کا اعتماد حاصل کرنے میں بری طرح ناکام ہوگئے۔ یوں وہ حسین خواب بکھر کر رہ گئے۔ جنکو شرمندہ تعبیر کرنے کیلئے انہوں نے دشت سیاست کی سیاحی میں سب کچھ لٹا دیا تھا۔ "بزعم خود" بزرگ سیاست دانوں۔ کو سازش کے تحت ہرایا گیا ہے تو یقیناً سازش جتوئی صاحب کے علم میں ہوگی یا وہ خود اس سازش میں شریک رہے ہوں گے۔

اگر دھاندلی ہوئی ہے تو کیا جتوئی صاحب کی آخری تقریر کو جھوٹ تصور کیا جائے؟ جتوئی صاحب اب اپنے شکست خوردہ پرانے ساتھی شکاریوں کی مدد سے کوئی نیا جال بچھانا چاہتے ہیں۔ جبکہ ان کی "عظمت رفتہ" کی بحالی کی کوئی صورت ممکن نظر نہیں آتی۔ ہمارے ملک کے سیاست دان ہی اصل قومی مجرم ہیں۔ جن کی بے اعتدالیوں، مفاد پرستیوں اور منافقت نے ملک میں کبھی امن قائم نہیں رہنے دیا۔

جس ملک کے سیاست دانوں کے اور جمہوریہ ہوں ان پر اعتماد کرنا بجائے خود ایک فریب ہے اللہ تعالیٰ پاکستان کو ان سیاست دانوں سے جلد نجات دے (آمین)